خطبہ جمعہ

احمدیوں کا نفوذ جوں جوں دنیا میں پھیلے گا حضرت رسول کریم ﷺ کی سچی محبت دنیا میں پھیلتی چلی جائے گی

اس زمانہ کے یہودی صفت مولویوں کا بھی وقت آنے والا ہے۔

جب اللہ ان سے نفرت کرتا ہے تو ضرور ان سے نفرت دنیا میں پھیلائی جائے گی۔

اللہ پاکستان پر احمدیوں کو یقیناً غلبہ عطا کرے گا۔ اس میں ایک ذرہ بھی شک کی گنجائش نہیں

(قرآن مجید کی مختلف آیات کے حوالہ سے صفت رحمانیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۳؍جولائی ۲۰۰۱ء ۱۳؍وفا ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

اس سے پہلے بھی مَیں بیان کر چکا ہوں کہ سورۃ مریم میں جتنا لفظ رحمان استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا اتنا ذکر کسی دوسری سورۃ میں نہیں۔ باقی سب سورتوں میں رحمان کا لفظ ملا کر بھی اس سے تو شاید زیادہ ہو لیکن بہت زیادہ نہیں، جو اکیلا سورۃ مریم میں استعمال ہوا ہے۔ اور پہلے بھی مَیں نے پچھلے خطبہ میں سورۃ مریم کے تعلق میں رحمانیت کا ذکر کیا تھا آج بھی اس کا بہت سا حصہ اسی مضمون پر مشتمل ہے۔

سورۃ مریم کی تین آیتیں ہیں نمبر ۹۱ تا ۹۳۔ ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ اب دیکھئے دو دفعہ ان تین آیتوں کے اندر رحمٰن کا ذکر ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں کہ انہوں نے رحمان کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا حالانکہ رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کوئی بیٹا بنائے۔ اب رحمان کے لئے کیوں شایانِ شان نہیں؟ اس لئے کہ رحمانیت نے تو سب دنیا کو بن مانگے دیا ہے تو وہ اپنے لئے بیٹا کیوں لے۔ رحمانیت کے نتیجہ میں تو ساری کائنات وجود میں آئی ہے تو اس کو اپنے لئے بیٹے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ نہایت ہی احمقانہ خیال ہے جو عیسائیوں نے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور چونکہ عیسائیت کے ساتھ تعلق ہے اس لئے سورۃ رحمٰن میں بکثرت اس کی تکرار ہوئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ترجمہ یہ ہے: ’’قریب ہے کہ آسمان چور چور ہو جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ذرّہ ذرّہ ہو کر گر پڑیں کہ وہ رحمان کا بیٹا پکارتے ہیں‘‘۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی کتاب ہے تصدیق براہین احمدیہ اس سے یہ لیا ہے۔

پھر ضمیمہ اخبار بدر قادیان میں یہ عبارت ہے ۱۹؍مئی ۱۹۱۰ء میں: ’’تَكَادُ السَّمٰوٰت: یہ پیشگوئی ہے اور ایسے زلازل اس زمانہ میں یسوع پرستوں کے جزائر پر بالخصوص آئے‘‘۔ اور اگر آپ زلازل کی تاریخ پر غور کریں تو واقعۃً جس کثرت سے یسوع پرستوں کے ملکوں میں زلازل آتے ہیں ویسے اور کہیں نہیں آئے۔ صرف امریکہ ہی کی تاریخ لے لیں زلازل کی تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ فرمایا: ’’یہ پیشگوئی ہے اور ایسے زلازل یسوع پرستوں کے جزائر پر بالخصوص آئے ہیں۔

هَدًّا: سخت۔ آسمان سے وہ عذاب ہے جو اٹل ہو‘‘۔

پھر تصدیق براہین احمدیہ میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا یہ حوالہ ہے ’’اور رحمٰن کو سزاوار نہیں کہ بیٹا اختیار کرے کیونکہ سب جو آسمان و زمین میں ہیں، رحمان کے حضور بندہ بن کر آنے والے ہیں‘‘۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ صفحہ ۱۱)

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ایک حوالہ اسی مضمون کی وضاحت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ ’’یہودیوں کی شرارتیں اور شوخیاں اسی حد تک ہیں کہ ان کی سزا اسی دنیا میں دی جا سکتی تھی‘‘۔

اب دیکھ لیں یہود کے متعلق بار بار ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کا ذکر جو آیا ہے تو اس دنیا میں کثرت کے ساتھ یہود کی سزاؤں کا ذکر ہے۔ جو یہود نے اپنے لئے سامان تیار کئے جن کے ردِّ عمل میں بڑی سخت سزائیں یہود کو دی گئیں۔ نازی جرمنی اس بات کی گواہ ہے کہ سارے مظالم جو یہود پر کئے گئے خود یہود ہی نے تیار کئے تھے اور وہ اللہ کے غضب کے نیچے بھی آئے اور بندوں کے غضب کے نیچے بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ شوخیاں تو ایسی تھیں کہ جن کا اس دنیا میں سزا کے طور پر ذکر ضروری تھا اور ذکر کیا گیا اور یہ سزا وارد ہوتی چلی گئی اور آئندہ بھی ہوتی چلی جائے گی۔

’’لیکن ضَآلِّيْن کی سزا یہ دنیا برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ ان کا عقیدہ ایسا نفرتی عقیدہ ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ یعنی یہ ایک ایسا برا کام ہے جس سے قریب ہے کہ زمین آسمان پھٹ جائیں اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ غرض یہودیوں کی چونکہ سزا تھوڑی تھی اس لئے ان کو اسی جہان میں دی گئی اور عیسائیوں کی سزا اس قدر سخت ہے کہ یہ جہان اس کی برداشت نہیں کر سکتا اس لئے ان کی سزا کے واسطے دوسرا جہان مقرر ہے‘‘۔

(الحکم۔ جلد ۱۲۔ نمبر ۲۔ بتاریخ ۶؍جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

اب سورۃ مریم ہی کی دو آیات ہیں جن میں رحمٰن کا ذکر ہے ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ یقیناً آسمانوں اور زمین میں کوئی نہیں مگر وہ رحمان کے حضور ایک بندہ کے طور پر حاضر ہونگے۔ تو پھر رحمان کو بیٹا بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے یقیناً ان کا احاطہ کیا ہوا ہے اور انہیں خوب گن رکھا ہے۔ ’گن رکھا ہے‘ سے مراد کون لوگ ہیں۔ اس سے مراد وہ مشرک عیسائی ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اوپر یہ بہتان باندھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا احاطہ بھی کیا ہوا ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی سزا پائیں گے اور آخری دنیا میں بھی ان کے لئے سزا مقرر ہے۔ اس گھیرے کو توڑ نہیں سکتے۔ احاطہ کا مطلب ہے چاروں طرف سے اس کو گھیرا ہوا ہے۔

اور اس وقت بھی دنیا میں جو بڑی جنگیں آئی ہیں یہ عیسائی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام عیسائی مملکتوں میں جنگِ عظیم اول اور جنگِ عظیم ثانی میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کتنا تہلکہ مچا اور عیسائیوں نے ہی خود عیسائیوں کو کاٹا اور صرف عیسائیت کی وجہ سے دنیا میں بہت سخت اضطراب پیدا ہوا ہے۔ تو زمین و آسمان کے پھٹنے کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ اس دنیا میں ہی وہ آپس میں پھٹ پڑیں گے اور ان کا آسمان پھٹے گا، ان کے ساتھ ہی ان کی زمین بھی پھٹ جائے گی۔ اب اس پہلو سے عیسائیوں کے لئے ایک بہت بڑا عذاب اسی دنیا میں مقدر ہے لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یہیں کافی نہیں، آخری دنیا میں بھی ان کے لئے خاص سزا مقرر ہے۔

اس ضمن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر یہود کے لئے آخری دنیا میں سزا مقدر نہیں ہوگی۔

یہ ایک مشکل سوال ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ یہ مَیں کہہ سکتا ہوں اتنی سزا نہیں ہو گی جتنی عیسائیوں کے لئے ورنہ یہود کے لئے بھی ضرور آخری دنیا میں کوئی سزا مقرر ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”زمین، آسمان میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مخلوق اور بندۂ خدا ہونے سے باہر ہو“۔ (براہین احمدیہ۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۴۳۷۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

پھر سورۃ مریم ہی میں نمبر ۹۷ آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ یعنی یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان کے لئے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے لئے محبت کیسے پیدا ہو گی جو رحمان خدا سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق بعض روایتیں ایسی ہیں جو عجیب لگتی ہیں مگر حقیقت میں وہ اسی طرح ہیں جس طرح بیان کیا گیا ہے یعنی آسمان پر اللہ پہلے اپنی محبت کا اعلان کرتا ہے گویا جبریل کو کہتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے پیارا ہے تم اس سے پیار کرو۔ پھر جبریل سب جگہ، چونکہ سب سے بڑا فرشتہ ہے، وہ اعلان کرتا ہے کہ میرے اللہ کو فلاں شخص پیارا ہے تو سب دنیا اس سے محبت کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سب دنیا تو اس سے محبت نہیں کرتی، بڑے بڑے ظلم کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھ لیں کہ سب سے زیادہ پیارے بندے تو رسول اللہ ﷺ تھے پھر بھی آپؐ سے اس زمانہ میں محبت کرنے کی بجائے بڑی شدید دشمنی کی گئی۔ تو اس کا ایک حل تو یہ ہے اور یہی مناسب حل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت دنیا میں بڑھتی چلی جانی تھی۔ اور آئندہ بھی بڑھتی چلی جائے گی۔ پس وہ محبت جس کا اعلان فرشتوں کی دنیا میں کیا گیا اس محبت کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کی کثرت کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت ڈالی جائے گی اور یہ محبت آج کل اتنی شدید ہے بعض مسلمانوں میں بلکہ اکثر مسلمانوں میں کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے نام پر مولوی ان کو ظلم کی تعلیم بھی دیں تو وہ ظلم سے باز نہیں آتے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت اور ظلم دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ وہ اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ مگر محبت رسول کے لئے آپ مسلمانوں سے جتنی مرضی قربانی لے لیں۔ یہ اعلان کر دیں کہ فلاں شخص نے رسول اللہ ﷺ کی محبت پہ حملہ کیا ہے تو قتل و غارت، خون خرابہ، ہر قسم کے ظلم و ستم میں وہ مبتلا ہو جائیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت دل میں بہرحال سخت جاگزیں ہے۔

تو محبت اگرچہ اس وقت تو معلوم نہیں ہوتی تھی جب ابتداء میں آپ نے دعویٰ کیا لیکن یہ محبت ایک بڑھنے والی چیز تھی جو بڑھتی چلی جانی تھی۔ اگرچہ اس میں اعتدال سے کام نہیں لیا گیا مگر محبت میں عموماً اعتدال ہاتھ سے جاتا ہی رہتا ہے۔ محبت مضمون ہی ایسا ہے کہ بالآخر اعتدال نہیں رہتا۔ تو ہماری دعا ہے اور خصوصاً احمدیوں کے لئے میری دعا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت احمدیوں کے بڑھنے سے دنیا میں بہت ترویج پائے گی مگر یہ محبت میانہ روی کی محبت ہونی چاہئے۔ ایسی محبت جس کے نتیجہ میں دنیا سے محبت کی جائے، نہ کہ نفرت کی جائے۔ پس مسلمانوں نے جو محبت کو نفرت میں بدل دیا ہے یعنی غیر احمدی مسلمانوں نے، احمدیوں کو دوبارہ اس محبت کو محبت ہی میں بدلنا ہے اور جہاں جہاں احمدیت کا غلبہ ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی محبت بڑھتی چلی جائے گی۔

اب اس ضمن میں دو حدیثیں پڑھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرنے لگتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ مَیں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں پس تُو بھی اس سے محبت کر۔ جبرائیل اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر جبرائیل آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے پس تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس پر اہلِ آسمان اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر اس کی مقبولیت اہل زمین کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الادب باب المِقۃُ منَ اللّٰہ تعالیٰ)

اہلِ آسمان اس سے جو محبت کرتے ہیں اس سے ایک مراد یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ ہی میں جو آسمانی لوگ تھے یعنی وہ صحابہ جو حقیقتاً دنیا میں رہتے ہوئے بھی آسمانی تھے ان کے دل میں اتنی شدید محبت تھی رسول اللہ ﷺ کی کہ انہوں نے اپنی گردنیں بھیڑوں بکریوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے عشق میں پیش کر دیں اور ایسا عجیب نظارہ دنیا نے دیکھا ہے کہ اس نظارہ کی کوئی مثال دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ پس محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جو اصلی اور سچی محبت تھی وہ صحابہ ہی کے زمانہ میں تھی اور وہی محبت اب ہم نے پیدا کرنی ہے اللہ کے فضل کے ساتھ۔ انشاءاللہ تعالیٰ احمدیت کا نفوذ جوں جوں دنیا میں پھیلے گا حضرت رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت پھیلتی چلی جائے گی۔

اب اس کے ساتھ ناراضگی کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہو جاتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے مَیں فلاں شخص سے ناراض ہوں۔ چنانچہ جبرائیل آسمان میں اعلان کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے ناراض ہے۔ پھر اہل زمین کے دلوں میں اس شخص کے بارہ میں اظہار ناراضگی وارد ہونے لگتا ہے۔ (ترمذی ابواب التفسیر سورۃ مریم زیر آیت ۹۷)

اب یہود کی ناراضگی کا تو پتہ ہے کس طرح اہل زمین میں بھی وہ ناراضگی پھیلتی چلی گئی اور اس زمانہ میں بھی جو یہود صفت مولوی ہیں ان کا بھی وقت آنے والا ہے۔ یہ بات ٹل نہیں سکتی۔ جب اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے تو ضرور ان کی نفرت دلوں میں پھیلائی جائے گی۔

سنن الترمذی میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے اہلِ دنیا سے اس طرح محفوظ کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی استعمال کر کے بیماری سے بچاتا ہے۔

(سنن ترمذی کتاب الطب باب ما جاء فی الحمیۃ)

اب محفوظ کیسے کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی دیکھ لیں تئیس سالہ عرصہ میں آپؐ پر قرآن نازل ہوا۔ جب تک قرآن مکمل نہیں ہو گیا تمام تعلیمات سو فیصد اپنی تکمیل کو نہیں پہنچیں اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے شر سے محفوظ رکھا حالانکہ وہ شر ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ یہود نے بھی اپنی نفرت کی انتہا کر دی، مشرکین نے بھی اپنی نفرت اور ظلم کی انتہا کر دی مگر ایک بھی ایسا موقع نہیں آیا کہ ان کی نفرت اس حد تک غالب ہونے دی جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو زندہ رکھا یہاں تک کہ قرآن اپنی تکمیل کو پہنچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات مَیں اب آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ ایک ہے ” وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ “ اور اپنی محبت تیرے پر ڈال دی یعنی تیرے دل میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی محبت پیدا کی۔ ”اَنَا اخْتَرْتُکَ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ “۔ مَیں نے تجھے چن لیا اور اپنی محبت تیرے پر ڈال دی۔ اب محبت تیرے پر ڈال دی کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آگے پھر بھی یہی آئے گا کہ محبت خدا نے الٹ دی ہے جس طرح انڈیلی جاتی ہے محبت اس طرح محبت انڈیلی جاتی ہے۔ ﴿اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا﴾ جس طرح ہم دعا کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت جس کے دل میں ڈالے وہ انڈیل دیتا ہے اس کو۔ ”اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ “ پھر ترجمہ یہی ہے کہ مَیں نے اپنی محبت کو تجھ پر ڈال دیا۔ پھر ایک الہام ہے ”اَنَا الرَّحْمٰنُ فَاطْلُبْنِی تَجِدُنِی “ اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو نہیں فرمایا حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کا ترجمہ یہ ہے مَیں رحمان خدا ہوں تو مجھے تلاش کرے گا تو ضرور پا لے گا۔

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ مریم کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وُدًّا﴾ کے بارہ میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ پہلا قول اکثر محدثین کا ہے جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے دلوں میں ان کی خاطر محبت پیدا کر دے گا۔ ان کی محبت کی عدم موجودگی کے باوجود اور ایسے اسباب کے ظہور پذیر نہ ہونے کے باوجود جن سے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے یعنی قرابت داری کی وجہ سے یا دوستی کی وجہ سے یا حسن سلوک کی وجہ سے۔ اور اس مودّت اور محبت کی اختراع اور ابتدا اولیاء اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور کرامت خاص ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب اور ہیبت ڈالتا ہے اسی طرح ان کے مقام کو واضح کرنے کے لئے مومنوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دیتا ہے۔ آگے ﴿سَ﴾ کا لفظ ہے ﴿سَیَجْعَلُ﴾ ضرور ڈال دے گا۔

تو حضرت امام رازیؒ نے یہ بہت لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ دیکھو یہ سورۃ مکّی ہے جو کہ مظالم کا دور تھا اور مظالم اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ اس دَور میں (﴿سَ﴾ کا مطلب ہے عنقریب، بہت دیر

عالم پر نظر رحمت کریں اور نجات کا راستہ ان پر کھول دیں"۔(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۴۳) پھر آپ فرماتے ہیں "تمام دنیا کے لئے تجھے ہم نے رحمت کر کے بھیجا ہے اور تو رحمت مجسم ہے"۔(ریویو آف ریلیجنز جلد اول نمبر ۵ صفحہ ۱۹۲)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "﴿مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ یہ اس وقت آنحضرت ﷺ پر صادق آتا ہے کہ جب آپ ہر قسم کے خُلق سے ہدایت کو پیش کرتے"۔ یعنی اگر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق بھی اپنے رحمۃ للعالمین ہونے کے تابع نہ ہوتے تو آپ کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

"جب آپؐ ہر قسم کے خُلق سے ہدایت کو پیش کرتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپؐ نے اخلاق، صبر، نرمی اور نیز مار ہر ایک طرح سے اصلاح کے کام کو پورا کیا اور لوگوں کو خدا کی طرف توجہ دلائی ۔مال دینے میں، نرمی برتنے میں، عقلی دلائل اور معجزات کے پیش کرنے میں آپ نے کوئی فرق نہیں رکھا۔ اصلاح کا ایک طریق مار بھی ہوتا ہے کہ جیسے ماں ایک وقت بچہ کو مار سے ڈراتی ہے"۔ تو بظاہر ماں سے تو توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے بچہ سے دشمنی کرے۔ وہ اپنے بچے کے لئے مسلسل مجسم رحمت ہوتی ہے پھر بھی بچے کی اصلاح کی خاطر اس کو مارتی بھی ہے اور اس سے ڈراتی بھی ہے۔ تو پتہ لگا کہ "مار بھی ایک خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جو آدمی اور کسی طریق سے نہیں سمجھتے خدا اُن کو اس طریق سے سمجھاتا ہے کہ وہ نجات پاویں۔ خدا تعالیٰ نے چار صفات جو مقرر کی ہیں جو کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں سے کام لے کر تبلیغ کی ہے۔ مثلاً پہلے ربّ العالمین یعنی عام ربوبیت ہے۔ تو آیت ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ پھر ایک جلوہ رحمانیت کا بھی ہے کہ آپؐ کے فیضان کا بدل نہیں ہے۔ ایسی ہی دوسری صفات"۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۲۹ بتاریخ ۷/اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۰) ان چیزوں کے متعلق چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری جگہ مزید روشنی ڈال چکے ہیں اور مَیں بیان کر چکا ہوں ان کی تکرار کی ضرورت نہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو اقتباسات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور پھر یہ مضمون ختم ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہمارے نبی کریم ﷺ کو دیکھو کہ جب مکہ والوں نے آپؐ کو نکالا اور تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفیں آپؐ کو پہنچاتے رہے، آپؐ کے صحابہ کو سخت سخت تکلیفیں دیں جن کے تصور سے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ اس وقت جیسے صبر اور برداشت سے آپ نے کام لیا وہ ظاہر بات ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے ہجرت کی اور پھر فتح مکہ کا موقع ملا تو اس وقت ان تمام تکالیف اور مصائب اور سختیوں کا خیال کر کے جو مکہ والوں نے تیرہ سال تک آپ پر اور آپؐ کی جماعت پر کی تھیں آپؐ کو حق پہنچتا تھا کہ قتل عام کر کے مکہ والوں کو تباہ کر دیتے اور اس قتل میں کوئی مخالف بھی آپ پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ان تکالیف کے لئے وہ واجب القتل ہو چکے تھے۔ اس لئے اگر آپؐ میں قوت غضبی ہوتی تو بڑا عجیب موقع انتقام کا تھا کہ وہ سب گرفتار ہو چکے تھے مگر آپ نے کیا کیا؟۔ آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور کہا "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ" کہ آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ مکہ کی مصائب اور تکالیف کے نظارہ کو دیکھو کہ قوت و طاقت کے ہوتے ہوئے کس طرح پر اپنے جان ستاں دشمنوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نمونہ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا جس کی نظیر دنیا میں پائی نہیں جاتی۔.......... مکہ والے بھی اپنی شرارتوں اور مجرمانہ حرکات کے باعث اس قابل تھے کہ ان کو سخت سزائیں دی جاتیں اور ان کے وجود سے اس ارضِ مقدس اور اس کے گردونواح کو صاف کر دیا جاتا مگر یہ ﴿رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ اور ﴿اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ کا مصداق اپنے واجب القتل دشمنوں کو بھی پوری قوت اور مقدرت کے ہوتے ہوئے کہتا ہے ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ﴾ "کہ آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں۔(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "یاد رہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے دو ہاتھ جلالی و جمالی ہیں"۔ یہاں ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ دو تجلیات ہیں، دو شانیں ہیں، ایک جلال کی اور ایک جمال کی۔ "اسی نمونہ پر چونکہ ہمارے نبی ﷺ اللہ جل شانہ کے مظہر اتم ہیں لہذ خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ دونوں ہاتھ رحمت اور شوکت کے عطا فرمائے۔ جمالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ "یعنی آنحضرت ﷺ کو فرمایا تیری رحمت ایسی ہے کہ سارے جہانوں پر حاوی ہے۔ یہ آپ کے جمال کی مظہر آیت ہے۔

"اور جلالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾" کہ تم نے کنکریوں کی مٹھی کفار کی طرف پھینکی، تو تُو نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تھا۔ یعنی تیری مٹھی جس غضب کو لے کر ان پر پڑی، وہ خدا ہی کا غضب تھا جو اس وقت اُن پر نازل ہو رہا تھا۔ "یہ دونوں صفتیں آنحضرت ﷺ کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا اور صفت جمالی کو مسیح موعود اور اس کے گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہنچایا"۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱ حاشیہ۔ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۲ حاشیہ)

اب صفت جلالی کو صحابہؓ کے ذریعہ کیسے رونما کیا۔ صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بہت سخت جنگیں لڑی ہیں اور بڑے جلال کے ساتھ ان پر قبضہ کیا ہے اور اسی جلال کے ساتھ آپ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوئے۔ تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا جلال ہی تھا جس کی طرف صحابہ کی زندگی میں اشارہ ملتا ہے۔

اور جمال کہاں گیا؟ جمال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کے گروہ کے ذریعہ اسے کمال تک پہنچایا اور اس کا ذکر ﴿وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ میں فرما دیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ آیت قرآنی میں ہی مذکور تھا صرف حدیث کی بات نہیں ہے۔ کہ جب تک وہ لوگ جو آخری زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہوئے ہیں وہ ابھی تک پہلے صحابہ سے نہیں ملے مگر روحاً اور اخلاقاً اُن سے مل چکے ہیں۔ تو اس پہلو سے اس زمانہ میں آپؐ کے جمال کا اظہار ہوا ہے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم اس جمال کے اظہار کو کس حد تک دنیا پر ظاہر کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تشریح سے احمدیوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفت جمال کا مظہر ہوں۔ اب اہل پاکستان ہم پر جتنا مرضی ظلم کریں یہ ناممکن ہے کہ احمدی جب غلبہ میں آئیں گے، اور یقیناً آئیں گے، تو وہ پاکستان کے مولویوں پر ظلم کریں اور ظلم سے بدلہ لیں۔ ان کی ایک ہی آواز ہوگی ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ﴾ کہ اب ہمارے پاس سوائے اس کے کچھ کہنے کو نہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے فرمایا تھا کہ آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں۔ اب یہ جو شان ہے رسول اللہ ﷺ کی یہ انشاء اللہ ہمارے دیکھتے میں یا شاید ہمارے بعد پوری ہوگی اور ضرور پوری ہوگی اور اللہ تعالیٰ پاکستان پر احمدیوں کو یقیناً غلبہ عطا فرمائے گا۔ اس میں ایک ذرہ بھی شک کی گنجائش نہیں۔ اور یقیناً احمدی پھر رحمت کا سلوک کریں گے اور ﴿لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ﴾ کہیں گے۔

اس ضمن میں مجھے اپنی ایک بچپن کی رؤیا بھی یاد آتی ہے۔ جس میں میری ایک بحث ہو رہی ہے غیر احمدی مولویوں سے اور اس بحث کے دوران وہ مجھے کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ہم آپ کو مان بھی جائیں، سچا بھی مان لیں مگر مشکل یہ ہے کہ ہم آپ لوگوں پر اتنے ظلم کر چکے ہیں کہ جب ہم آپ کے قابو میں آئیں گے تو آپ ہم پر ان سب ظلموں کا بدلہ اتاریں گے۔ مَیں ان کو کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ تم بے خوف ہو کر ہمارے ساتھ چلنا ہم آپ کے ظلموں کا آپ پر ظلم کے ذریعہ نہیں بلکہ رحم کے ذریعہ بدلہ اتاریں گے اور یہی ہمارا مقدر ہے یہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ تو اس سے مجھے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور یہ امکان نظر آتا ہے کہ شاید یہ میرے زمانہ میں ہی ایسا ہو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔